التقریظ والانتقاد

مختصر سیرتِ قرآنیہ سیّدنا محمّد صلی اللہ علیہ وسلم

از

(سعید احمد)

(۵)

اور یہ تو کوئی تنہا اسلام کی ہی خصوصیت نہیں ہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ ایک ملک میں ایک حکومت قائم ہوتی ہے۔ اُس کا دستور مرتب ہوتا ہے۔ اس کے بعد حسب ضرورت اس دستور میں ترمیم و تنسیخ ہوتی رہتی ہے اور حکومتِ وقت اسی کے مطابق عمل کرتی ہے اور ملک کے سب شہریوں کو بھی دستور کے اس اڈیشن پر ہی عمل کرنا ہوتا ہے جو اس کا آخری اڈیشن ہو۔ اور ان کو اسی حکومت کی وفاداری کرنی پڑتی ہے جو ان کے زمانہ میں آخری حکومت ہو۔ لیکن دستور کے آخری اڈیشن پر عمل کرنے اور آخری حکومت کی وفاداری کے یہ معنی ہرگز نہیں ہوتے کہ اب سے پہلے کی جتنی حکومتیں تھیں وہ غلط اور باطل تھیں یا آخری اڈیشن سے قبل جو اڈیشن تھے وہ لغو اور بے کار تھے۔

مسئلہ زیر بحث سے متعلق اسلام کے اصل نقطۂ نظر کی وضاحت کرنے کے بعد اب آئیے ذرا ان دلائل کا بھی جائزہ لے لیجئے جو جناب مصنف نے اپنے مدعا کو ثابت کرنے کے لئے پیش کئے ہیں۔

اس سلسلہ میں آپ کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید کی سورہ آل عمران میں غزوۂ اُحد کا ذکر کرتے ہوتے فرمایا گیا ہے۔

وما محمد الا رسول قد خلت	محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ویسے رسول ہیں جیسے رسول
من قبلہ الرسل افائن مات او قتل	پہلے گذر چکے ہیں۔ اگر وہ مر جاتے یا قتل ہو جاتے تو کیا

انقلبتم علیٰ اعقابکم ومن ینقلب علیٰ عقبیہ فلن یضر اللہ شیئاً وسیجزی اللہ الشاکرین۔
تم دین اللہ سے پھر جاتے ؟ بہرحال اگر کوئی پھر جاتا تو اللہ تعالےٰ کا کوئی نقصان نہ ہوتا اور جو شکرگذار (مومن باللہ) ہیں انہیں اللہ جزا دیگا۔

پروفیسر صاحب یہ آیت اور اس کا مندرجہ بالا ترجمہ لکھنے کے بعد دو سوال قائم کرتے ہیں اور ان کے جواب میں اسی ترتیب سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ اسلام غزوۂ احد سے پہلے ہی مکمل ہو چکا تھا اور اس کے ساتھ ہی دوسری بات یہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت کی جو تعلیم تھی وہ وہی تھی جو دوسرے رسول دے چکے تھے! ان دونوں مقدمات کا گویا منطقی نتیجہ یہ ہوا کہ اسلام بس بعینہ وہی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے دوسرے پیغمبروں پر نازل ہوتا رہا۔

اب ذرا غور کیجئے کہ یہ دونوں باتیں اور یہ تنقیحات و نتائج کس درجہ کمزور ہیں اور قرآن مجید اگر یہ کہتا ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو جاتی تو کیا تم پھر جاتے تو اس کا مطلب یہ کیونکر ہوا کہ غزوۂ احد سے پہلے اسلام کی تعلیم مکمل ہو گئی تھی!! اگر ایک حکومت کا بادشاہ اپنی رعایا سے کہے کہ اگر میں اس جنگ میں مارا جاتا تو کیا تم حکومت کے باغی ہو جاتے، تو کیا اس جملہ کا یہ مطلب ہے کہ بس بادشاہ کی حکومت ختم ہو گئی اور اب اس کے بعد وہ جتنے دن بھی زندہ رہے گا واجب الاطاعت نہیں ہوگا! اور اس جنگ میں شرکت کے بعد جو قوانین بھی شائع کرے گا ان کی سند نہیں ہوگی۔ افسوس ہے کہ پروفیسر صاحب نے یہ لکھ کر فن بلاغت اور اسالیب کلام سے بیخبری کا بڑا افسوسناک ثبوت دیا ہے۔ قرآن اس موقع پر کہنا یہ چاہتا ہے کہ تم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے جو پیغام دیا گیا ہے تمہیں بہرحال اس کا دھیان رکھنا اور اس کا اتباع کرنا ہے۔ خواہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بذات خود دنیا میں تشریف فرما رہیں یا نہ رہیں اور دوسرے انسانوں کی طرح پیغمبر بھی دنیا میں آتے ہیں اور اپنی اپنی مدت حیات پوری کر کے چلے جاتے ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی آج (غزوۂ احد میں) نہ سہی ایک نہ ایک دن دنیا سے تشریف لے جائیں گے تو کیا تم لوگ آپ کی وفات کے بعد اس پیغام کو بھول جاؤ گے جو آپ لائے ہیں اور ان تعلیمات کو پس پشت ڈال دو گے جو آپ نے تم کو دی ہیں؟ بس صرف یہ مطلب اور یہ ماسیق لہ الکلام ہے اس آیت کا! اس سے یہ کہاں نکلا کہ اسلام غزوۂ احد پر ختم ہو چکا اور اس بنا پر غزوۂ احد سے

بعد کی جو تعلیمات نبوی ہیں وہ واجب العمل نہیں یا کم از کم اسلام کے خطرہ سے خالی نہیں اور اگر ایسا ہی ہے تو پھر قرآن مجید کی وہ تمام آیات جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کا حکم دیا گیا ہے اُن کا کیا مطلب ہے ؟ کیا اُن کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مطاع اور واجب الاطاعت ہیں مگر صرف غزوۂ اُحد سے پہلے تک کی زندگی میں اور اس کے بعد نہیں۔ اگر دوسری صورت کو مانا جائے تو پھر صرف آنحضرتؐ کا سوال ہی نہیں ہوتا بلکہ غزوۂ اُحد کے بعد جتنا قرآن نازل ہوا ہے وہ بھی کتاب الٰہی نہیں رہتا اور اُس کا اتباع ضروری نہیں ہوتا اور ہاں غزوۂ اُحد کا کیا ذکر ہمارے فاضل دوست کے نزدیک تو شعب ابی طالب ۷ھ میں اور یہ بھی نہیں بلکہ غار حرا کی پہلی وحی ہی میں اسلام آچکا تھا! (ملاحظہ فرمائیے ص ۳۳-۳۴) اب

کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا!

رہی دوسری بات یعنی یہ کہ مذکورہ بالا آیت میں قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ سے یہ سمجھنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم وہی تھی جو پہلے رسول دے چکے تھے!" تو ہم گذشتہ صفحات میں اس پر کافی روشنی ڈال چکے ہیں۔ اس کے علاوہ اگر آنحضرتؐ کی تعلیم کلاً وجزاً وہی تھی جو پہلے رسول دے چکے تھے تو اس سے تضاد لازم آتا ہے اور اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ دنیا میں ایک معمولی سے معمولی قانون کے لئے بھی یہ ضروری ہے کہ اس میں قطعیت اور پختگی ہو۔ لیکن صرف ایک "خدا پرستی" کا قانون ایسا ہے جو قانون کی اس عام خصوصیت سے محروم ہے! بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھو تو یہ بھی درست۔ کعبہ کی طرف مڑ جاؤ تو یہ بھی صحیح! کرسیوں پر بیٹھے بیٹھے چند بول بول لو تو یہ بھی نماز اور کسی مندر میں جا کر سنکھ بجاؤ تو یہ بھی نماز۔ اور ہاتھ باندھ کر کھڑے رہو اور رکوع و سجود کرو تو یہ بھی نماز۔ شراب پینا حرام بھی اور حلال بھی۔ ہفتہ کے دن مچھلی کا شکار کرنا جائز اور ناجائز۔ ذرا سوچئے تو یہ مذہب کیا ہوا بچوں کا کھلونا ہو گیا! جب سب چیزیں بیک وقت جائز بھی اور ناجائز بھی! اگر واقعی خدا پرستی اور مذہب اسی کا نام ہے تو اس مذہب سے لا مذہبیت اچھی! وفاداری بشرط استواری عین ایمان ہے۔ اور اگر یہی اسلام ہے! تو کون مسلمان یہ کہے گا کہ

کافرِ عشقم مسلمانی مرا درکار نیست

اتنا لکھنے کے بعد خود پرویز صاحب کو یہ خیال ہوا اگر اسلام واقعی اُن کے بقول غار حرا کی پہلی وحی میں

پورا ہوچکا تھا تو پھر الیوم اکملت لکم دینکم۔ الآیۃ کا کیا مطلب ہے؟ یہ سوال قائم کرنے کے بعد وہ خود اس کا جواب یہ دیتے ہیں "ظاہر ہے لکم سے مراد وہ لوگ ہیں جو دین قدیم یعنی اسلام کے ماننے والے تھے" اب سوال یہ ہے کہ اس کی کیا دلیل ہے کہ لکم سے مراد صرف وہ لوگ ہیں جو پہلے سے کسی نبی پر ایمان نہیں رکھتے تھے اور یہ اسلام کے نئے ماننے والے تھے یا بالفاظ دیگر یہ لوگ پہلے مشرک تھے اور اب مسلمان ہوگئے تھے اس کے علاوہ دریافت طلب یہ امر ہے کہ یہ دین جس کے ماننے کا حکم اسلام دیتا ہے کوئی ایک دین ہے یا کئی مختلف دین ہیں۔ اگر ایک ہی دین ہے تو پھر یہ کیا بات ہے کہ اکمال دین کی بشارت دین کے نئے ماننے والوں کو دی جاتی ہے اور پرانے ماننے والوں کو نہیں۔ اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ دین ایک نہیں بلکہ دو ہیں۔ ایک اہل کتاب کا۔ اور ایک نئے لوگوں کا! اول الذکر کا دین پہلے سے مکمل ہے اور موخر الذکر کے دین کو اب الیوم اکملت لکم کہہ کر مکمل کیا جا رہا ہے اور اگر دین ایک نہیں بلکہ دو یا دو سے زیادہ ہی ہیں تو اب سوال یہ ہے کہ اسلام کس دین کا نام ہے؟ ظاہر ہے کہ وہ کسی ایک دین کا ہی نام ہو سکتا ہے۔ ہر ایک دین کو اسلام نہیں کہا جا سکتا۔ پس اگر اہل کتاب کا دین اسلام ہے تو نئے مسلمان ہونے والوں کا دین غیر اسلام ہوا۔ حالانکہ پروفیسر صاحب کی تفسیر کے مطابق قرآن مجید ان نئے مسلمانوں کے دین کو بھی و رضیت لکم الاسلام دینا کہہ کر اسلام ہی کہہ رہا ہے اور اگر اسلام یہی دین ہوا تو پھر ظاہر ہے کہ اہل کتاب کے دین کو اسلام نہیں کہیں گے۔

دوسری بڑی دلیل پروفیسر صاحب کی قرآن مجید کی یہ آیت ہے۔

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى	آپ کہہ دیجئے کہ اے کتاب والو آؤ اس کلمہ کی طرف
كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَنْ لَا	جو ہم میں اور تم میں برابر ہے یعنی یہ کہ ہم صرف
نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ	اللہ کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو
شَيْئًا - الآیۃ	شریک نہیں مانیں گے۔

لیکن سوال یہ ہے کہ اس سے یہ کیسے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس اسلام کی تعلیم دی ہے وہ بس وہ ہی ہے جس کو آیۃ مذکورہ بالا میں "کلمۃ سواء" سے تعبیر کیا گیا ہے اس سے

تو صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ اہل کتاب جس دین کو مانتے چلے آرہے تھے اس میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو اسلام پیش فرمارہے ہیں اس میں ایک کلمہ مشترک ہے اور وہ یہ ہے کہ اہل کتاب بھی توحید کے قائل ہیں۔ اور اسلام بھی یہ ہی کہتا ہے لیکن اسلام بس فقط یہ ہی ہے۔ یہ کہاں سے معلوم ہوا۔!!

اب ہم تبصرہ ختم کرتے ہیں لیکن آخر میں یہ اور کہدینا چاہتے ہیں کہ پروفیسر محمد اجمل خاں صاحب کے خیال میں چونکہ قرآن مجید اب تک ترتیب نزولی کے مطابق مدون نہیں کیا گیا یا کم از کم اس کی ترتیب نزولی کی روشنی میں اس کا مطالعہ نہیں کیا گیا اس بنا پر قرآن کو صحیح طور پر سمجھا ہی نہیں گیا ہے اور فہم قرآن کی راہ میں طرح طرح کی دشواریاں اور مشکلیں پیدا ہوگئی ہیں۔ اس سلسلہ میں گذارش یہ ہے کہ آپ کا یہ فرمانا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ہی قرآن جمع تو ہوگیا تھا مگر آنحضرت نے اس کی مختلف سورتوں کی ترتیب کو نہیں بتایا تھا" (ص ۲۵) صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ صحیح احادیث و روایات سے ثابت ہے کہ قرآن مجید کی سورتوں کی ترتیب بھی آنحضرتؐ کے عہد میں ہوگئی تھی۔ چنانچہ سنن ترمذی میں ہے کہ جب آیات نازل ہوتی تھیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ ان آیات کو فلاں سورت میں رکھو۔ اس کے علاوہ اور بھی احادیث ہیں جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کی موجودہ ترتیب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ ہی میں ہوگئی تھی اور وہ ترتیب آپ کی نظر سے گذر چکی تھی۔ اب یہ ظاہر ہے کہ اگر موجودہ ترتیب سے فہم قرآن میں غلطیاں واقع ہوتی ہیں تو سوال یہ ہے کہ آنحضرت نے خود اس کو ترتیب نزولی کے مطابق کیوں مرتب نہیں کرایا!!

علاوہ بریں پروفیسر صاحب کو یہ معلوم ہوگا کہ کسی دستور میں اگرچہ کسی ایک دفعہ کا اضافہ بعض خاص حالات کے ماتحت ہوتا ہے لیکن جب وہ دفعہ قانون یا دستور کا جز بنجاتی ہے تو اب اس کا حکم عام ہوتا ہے اور وہ شان نزول کے ساتھ مخصوص نہیں رہتی اگرچہ اس دفعہ کی اسپرٹ کیا ہے؟ اس کا پتہ اس وقت تک نہیں چل سکتا جب تک کہ اس دفعہ کا شانِ نزول معلوم نہ ہو۔ اس بنا پر قرآن مجید کی آیات کو تاریخی ترتیب نزولی کی روشنی میں مطالعہ کرنا ان آیات کی اسپرٹ معلوم کرنے کے لئے تو ضروری ہے لیکن جہاں تک اُن احکام کا تعلق ہے جو ان آیات سے نکلتے ہیں ان کے لئے ترتیب نزولی کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین